۱۴

گورنمنٹ جو کچھ کرنا چاہتی ہے کھلم کھلا کرے

(فرمودہ ۲۹/مارچ ۱۹۳۵ء)

تشہّد اور تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

انسانی عادت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ اپنے گردوپیش کی چیزوں کی نقل کرتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ [1] پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے یا عیسائی بنا دیتے یا زرتشتی بنا دیتے ہیں۔ یعنی فطرت تو اسلام کی ہی ہوتی ہے لیکن جونہی کہ وہ آنکھیں کھولتا اور اس کا دماغ باتیں سمجھنے کے قابل ہوتا ہے وہ گردوپیش کے حالات کی نقل کرنی شروع کر دیتا ہے حتّٰی کہ ہوتے ہوتے اس کی فطرتِ اسلامیہ بالکل مٹ جاتی اور وہ یہودی، عیسائی یا مجوسی بن جاتا ہے۔ یہ نقل کا مادہ اپنے اندر بہت بڑی خوبی بھی رکھتا ہے اور جیسا کہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے بہت بڑے نقائص بھی رکھتا ہے۔ خوبی تو یہ ہے کہ نقل کے ذریعہ انسان دنیا میں بہت سے کام عمدگی اور سُرعت کے ساتھ کر سکتا ہے اگر نقل کا مادہ نہ ہوتا تو بہت تھوڑے کام کر سکتا۔ اگر ہم دنیا کے ہر امر میں تحقیق کرنے لگیں تو سمجھ لو کہ ہم ساری عمر میں اتنا کام بھی نہیں کر سکتے جتنا اب ایک مہینہ میں کر لیتے ہیں۔ مثلاً ہم کھانا کھانے لگیں تو پہلے اس بات کی تحقیق کریں کہ آیا ہمارا معدہ بالکل خالی ہے یا نہیں۔ اور کیا ایسا تو نہیں کہ کچھ کھانا معدہ میں موجود ہو اور ہم کھانے کے لئے بیٹھ گئے ہوں۔ ایسی حالت میں یا تو مثلاً معدہ کو دُھلوا کر اس کا پتہ لگائیں یا کسی ڈاکٹر کے پاس جائیں اور اس سے دریافت کریں۔ اب دیکھ لو اگر ہم اس طرح کرنے لگیں تو ہمارا سارا دن

اسی کام پر لگ جائے گا۔اس کے بعد دوسرا سوال ہمارے سامنے یہ آئے گا کہ ہمارے معدہ کے مناسب حال کون سی غذا ہے اور پھر اس وقت ہمارے لئے کون سی غذا مفید ہوسکتی ہے پھر ہم اس کی تحقیق میں لگ جائیں اور بہت سا وقت خرچ کریں ۔اس کے بعد کھانا کھاتے وقت تمام ذرائع کو استعمال کریں جن کے ماتحت ہمیں معلوم ہو کہ معدہ میں کس قدر غذا گئی ہے اور کس قدر غذا کی ضرورت ہے ۔غرض اس طرح اگر ہر امر کی تحقیق شروع کر دی جائے تو کھانا کھانے پر ہی ایک مہینہ لگ جائے اتنی دیر زندہ کون رہ سکتا ہے کہ وہ تحقیق کرتا رہے۔یا کوئی شخص ہم سے بات کرنے لگے تو ہم یہ تحقیق کرنے لگ جائیں کہ اس کے گزشتہ حالات کیسے تھے آیا یہ نیک ہے یا مشتبہ آدمی؟ پھر ہم اس کے وطن جائیں اور اس کے حالات کی سراغ رسانی کریں اور دریافت کرتے پھریں کہ یہ ہر دن اور ہر رات کہاں بسر کرتا ہے۔اس طرح ایک شخص کی زندگی کے حالات معلوم کرنے کے لئے ہمیں دو چار سال کی ضرورت ہوگی مگر ہم اس طرح نہیں کرتے بلکہ سیدھے دوسروں کے پاس چلے جاتے ہیں اور ان سے دریافت کرتے ہیں یہ کیسا آدمی ہے وہ کہہ دیں کہ اچھا آدمی ہے تو ہم اس پر اعتبار کر لیتے ہیں اور جب وہ ملنے کے لئے آتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہمیں آپ کی ملاقات سے بڑی خوشی ہوئی آپ نے بہت عنایت فرمائی جو ہمیں شرف ملاقات بخشا، چاہے پیچھے سے وہ چور یا ٹھگ ہی نکل آئے ۔ہم اس کے ملنے والوں یا دوستوں کی بات مان لیتے ہیں اور اگر ہم ہر ملنے والے کے متعلق تحقیق کرنے لگیں تو ہماری عمر ختم ہو جائے مگر تحقیق مکمل نہ ہو۔یا مثلاً سانس آنے لگے تو ہم سانس روک کر کھڑے ہو جائیں اور کہیں کہ پہلے ہم خوردبین منگواتے ہیں اور دیکھنا چاہتے ہیں کہ کمرے کی ہوا اِس وقت کیسی ہے۔آیا اس میں کوئی مہلک جراثیم تو موجود نہیں تو ہمارا کیا حال ہو۔ہم کبھی غور نہیں کرتے کہ کمرے کی ہوا اچھی ہے یا بُری بلکہ سانس آپ ہی آپ آتا جاتا ہے گویا ایک عادت ہے جو خدا تعالیٰ نے ہم میں پیدا کر دی ۔جونہی کہ بچہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی چھاتیوں پر دباؤ پڑتا ہے سانس جاری ہو جاتا ہے ۔پھر ہماری مرضی ہو یا نہ ہو، آپ ہی سانس آتا رہتا ہے ۔گویا اس کی وہی مثال ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ ایک بنیا کسی زمیندار کو برات میں لے گیا اسے خیال آیا کہ اس کے سسرال کنجوس ہیں اور اسے کھانا پیٹ بھر کر نہیں کھلائیں گے اس لئے ابھی سے کچھ نصیحت کرنی چاہئے تا کہ مشکلات پیش نہ آئیں ۔یہ سوچ کر وہ زمیندار سے کہنے لگا حکماء کہتے ہیں کہ کھانا کھاتے وقت پیٹ کے تین حصے کرنے

چاہئیں۔ایک روٹی کے لئے ایک پانی کے لئے اور ایک سانس کے لئے ۔اس نے سمجھا کہ شاید اس کے سسرال اگر اسے کچھ تھوڑا کھلائیں اور اس کے معدہ کا تیسرا حصہ خالی رہے تو کچھ شرم رہ جائے ۔وہ زمیندار کہنے لگا میرا طریق تو یہ ہے کہ ناک تک پیٹ بھر کر روٹی کھالیتا ہوں ، پانی آپ ہی آپ راہ بنا لے گا اور سانس آئے یا نہ آئے اس کی پرواہ نہیں اگر بھوکے رہے تو سانس لے کر کیا کرنا ہے در حقیقت اس کا مطلب یہی تھا کہ سانس آتا ہی رہے گا کیونکہ سانس آنے جانے کی اللہ تعالیٰ نے انسان میں ایک عادت پیدا کر دی ہے روٹی کیوں کم کھائی جائے تو اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کی انسان کو عادت ڈال دی ہے۔ ہم سو رہے ہوتے ہیں اور ہمیں کچھ پتہ نہیں ہوتا مگر سانس برابر جاری ہوتا ہے اور دل و دماغ اپنے اپنے کام کر رہے ہوتے ہیں ۔ ہاں اگر دل کو ہاتھ سے پکڑ کر کوئی شخص بیٹھ رہے تو ایک منٹ میں وہ اپنا کام ختم کر دے گا ۔یا کوئی شخص کسی کا سانس روک دے تو تھوڑے عرصہ میں ہی سانس آنے جانے کی عادت ختم ہو جائے گی ۔تو بہت سی چیزیں دنیا میں عادت یا دوسروں پر اعتبار کرنے سے چلتی ہیں جسم کی اندرونی حرکات عادت پر اور جسم سے باہر کے کام اعتبار پر چلتے ہیں ۔ہمیں بعضوں پر اعتبار ہوتا ہے اور ہم جھٹ ان کی بات بغیر تحقیق کئے مان لیتے ہیں ،بعض پر اعتبار نہیں ہوتا تو ہم فوراً بغیر تحقیق کئے ان کی بات کو ردّ کر دیتے ہیں ۔ایک ایسا شخص جس کے متعلق ہمیں معلوم ہو کہ وہ اکثر جھوٹ بولا کرتا ہے اگر ہمارے پاس آ کر کہتا ہے کہ فلاں بات یوں ہوئی تو ہم بغیر تحقیق کئے اسے جھوٹ قرار دیتے ہیں پھر ایک اور شخص ہمارے پاس ایسا آتا ہے جسے سچ بولنے کی عادت ہے اور ہمیں اسے سچا سمجھنے کی عادت ہوگئی ہے اور وہ بتاتا ہے کہ بات یوں ہوئی تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ ٹھیک ہے حالانکہ ہم اس کی بات کی تحقیق نہیں کرتے ۔تو اعتبار بھی درحقیقت ایک عادت کا نام ہے کیونکہ جس پر اعتماد ہو اس کی بات کی تحقیق کی ضرورت ہم نہیں سمجھتے ۔

ایک ایسے آدمی کے پاس چلے جاؤ جو آرام سے اپنے خیال میں مگن بیٹھا ہو اور تیزی سے اُنگلی اس کے پیٹ کی طرف لے جاؤ تو وہ فوراً کانپ جائے گا ۔فرض کرو جس کے پیٹ کی طرف ہنسی مذاق میں تم تیزی سے اپنی اُنگلی لے جاتے ہو وہ تمہاری بیوی ہے اور تم اُس کے خاوند ہو یا وہ تمہارا بیٹا ہے اور تم اس کے باپ ہو یا وہ تمہارا بھائی یا دوست ہے یا اور کوئی قریبی تعلق رکھنے والا ہے مگر تم اس کے پیٹ کی طرف تیزی سے اُنگلی لے جا کر دیکھ لو وہ فوراً پیچھے کو ہٹے گا اس لئے کہ انسانی جسم کو یہ عادت

ہے کہ وہ حملے سے بچنا چاہتا ہے۔خواہ تمہارا کتنا ہی گہرا دوست ہو اور اسے تم پر اعتبار بھی ہو، یہ نہیں ہو گا کہ وہ کھڑا رہے بلکہ اگر تم اُنگلی اس کی آنکھ کے پاس جلدی سے لے جاؤ گے تو اس کی آنکھ جھپک جائے گی اور سر پیچھے کی طرف جھک جائے گا اور اگر پیٹ کی طرف لے جاؤ گے تو وہ کانپ کر پیچھے ہٹ جائے گا۔ چاہے حقیقت سے آگاہ ہوکر وہ تھوڑی دیر کے بعد ہنس پڑے مگر فوری طور پر وہ گھبرا جائے گا کیونکہ انسانی جسم کو یہ عادت ہے کہ وہ حملہ کا دفاع کرتا اور اپنے آپ کو اس سے محفوظ رکھتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ دوسروں کی نقلیں کرتا اور گردوپیش کے حالات کے مطابق اپنے آپ کو بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ان حالات کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک نصیحت کردی ہے اور وہ یہ کہ تم نے نقل تو کسی کی ضرور کرنی ہے آؤ ہم تمہیں بتاتے ہیں لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [۲] تم بجائے ہر ایک کی نقل کرنے کے محمد ﷺ کی نقل کرلیا کرو کیونکہ جب تم نے نقال بننا ہے اور اس کے بغیر تم گزارہ نہیں کرسکتے اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ ہر بات کی تم تحقیق کروتو ضروری ہے کہ تم دوسروں کے پیچھے چلو اور جس طرح وہ کام کرتے ہیں اسی طرح تم بھی کرو۔اور درحقیقت انسان کی زندگی کے افعال میں سے ننانوے فیصدی وہ افعال ہوتے ہیں جو دوسروں پر اعتبار کرکے کئے جاتے ہیں اور ایک فیصدی بلکہ اس سے بھی کم وہ افعال ہوتے ہیں جنہیں ذاتی تحقیق کے بعد انسان سرانجام دیتا ہے اور میں سمجھتا ہوں مَیں مبالغہ نہیں کرتا اگر میں یہ کہوں کہ عام انسان کے افعال میں سے ننانوے ہزار نوسو ننانوے ایسے ہوتے ہیں جو نقل کے ماتحت کئے جاتے ہیں اور ایک کام وہ اپنی ذاتی تحقیق کے ماتحت سوچ سمجھ کر کرتا ہے۔اِسوقت جو میں باتیں کر رہا ہوں اگرچہ سوچ سمجھ کر کر رہا ہوں مگر میرا دل جو کچھ کر رہا ہے اس میں میرے ارادہ کا دخل نہیں، میرے اعضاء کی جو حرکات ہیں ان میں میرے ارادہ کا دخل نہیں، میرے جسم میں جو خون دورہ کر رہا ہے یہ کسی میرے حکم کے ماتحت نہیں بلکہ آپ ہی آپ ایک عادت کے مطابق ہو رہا ہے۔میرے جسم کا ذرّہ ذرّہ اس وقت چیزوں کو محسوس کر رہا ہے مگر اس احساس میں میرا دخل نہیں۔یہ اعضاء کا کام ہے جو وہ خودبخود کر رہے ہیں۔مَیں اپنے جسم کے ان افعال کے نتیجہ میں ایک اثر تو قبول کرلیتا ہوں مگر اس کی تمام جزئیات سے واقف وآگاہ نہیں ہوتا اس لئے میرے نزدیک ننانوے ہزار نوسو ننانوے کام انسان سے بلا ارادہ سرزد ہوتے ہیں اور لاکھ میں سے ایک سوچ سمجھ کر ہوتا ہے باقی

سب نقل کے ماتحت ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کوئی خیال کرے کہ اگر ہم تمام کام نقل کے ماتحت کرتے ہیں تو ہم کامیاب کیونکر ہوتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم اچھے کام کرنے والوں کی نقل کرتے ہیں اور انہوں نے آگے اچھے کام کرنے والوں کی نقل کی ہوئی ہوتی ہے اور پھر انہوں نے آگے اچھے کام کرنے والوں کی نقل کی ہوئی ہوتی ہے تو ہم کامیاب ہو جاتے ہیں ورنہ نہیں۔ اس صورت میں باوجود اس کے کہ ننانوے ہزار نوسو ننانوے کام نقل کے مطابق ہوتے ہیں جب ہم اچھے کام کرنے والوں کی نقل کرتے ہیں تو ننانوے ہزار نوسو ننانوے کام ٹھیک ہو جاتے ہیں اور دس غلط لیکن اگر ہم بُرے کام کرنے والوں کی نقل کرتے ہیں تو ننانوے ہزار نوسو نوّے کام غلط ہو جاتے ہیں اور دس ٹھیک اسی لئے کسی نے کہا ہے ''نقل را عقل باید'' یعنی نقل کرنے کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی کا گُر یہ بتایا ہے کہ جب تم نے دنیا میں نقل ہی کرنی ہے تو محمد ﷺ کی نقل کرو کیونکہ محمد ﷺ نے کسی کی نقل نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال پر اپنے فعل کو جاری کیا اس لئے وہ کسی بندے کی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی نقل ہوتی ہے اور انسان اس نقل میں تمام قسم کے خطرات اور خدشات سے محفوظ ہو جاتا ہے یہی نبی کی سب سے بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا میں ہر انسان دوسرے انسان کی نقل کرتا ہے سوائے نبی کے کیونکہ نبی اگر عقل سے کام لینے کے نتیجہ میں بنتا تو وہی شخص نبی ہوسکتا جو شاید نوّے ہزار سال کی عمر پاتا۔ تمام دنیا کے حالات پر کامل غور وفکر کرنے کے بعد لوگوں کے لئے اپنا نمونہ قائم کرتا مگر نبی تو بنتا ہے منٹوں میں کیونکہ خدا تعالیٰ اسے کہہ دیتا ہے کہ آج سے تیرے سب کام ہمارے قبضہ میں ہیں گویا وہی کام جو انسان اگر کرنے لگے تو ہزاروں لاکھوں سال درکار ہوں، انہیں خدا ایک سیکنڈ میں کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے آج سے تم ہماری نگرانی میں آ گئے اب تمہارے سارے افعال ہمارے قبضہ میں ہیں۔ پس نبوت ایک بہت بڑی ضرورت ہے کیونکہ نقل کے بغیر چارہ نہیں اور عقل کے ذریعہ سے کامل ہونے کے لئے لاکھوں سال کی ضرورت ہے جو کسی انسان کو میسر نہیں آ سکتے ان حالات میں ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا شخص بھیجے جس کے اعمال زمانہ کے ماتحت نہ ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کی حفاظت کے نیچے ہوں اور خدا تعالیٰ کے لئے کسی لمبی میعاد کی ضرورت نہیں وہ تو کُــنْ کہتا ہے اور کام ہو جاتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ جب تم نے نقل ہی کرنی ہے تو محمد ﷺ کی نقل کر لیا کرو مگر لوگوں میں یہ ایک مرض ہے کہ وہ اچھا

نمونہ ملنے کے باوجود پھر ظاہری آن بان والوں کی نقل کرنی شروع کر دیتے ہیں۔

محمد ﷺ کے نمونہ پر جب ایک عرصہ گزر گیا اور لوگوں کی نظروں سے آپ کا اُسوہ اوجھل ہو گیا تو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج دیا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول کریم ﷺ کا بروز بنایا گیا۔

اِس وجہ سے آپ کے اُسوہ پر چلنا آپ کی نقل نہیں بلکہ رسول کریم ﷺ کی ہی نقل ہے پس رسول کریم ﷺ کا اسوہ ہمارے سامنے ہے۔اصلی بھی اور بروزی بھی لیکن کمزور لوگ پھر بھی دوسرے رستوں پر چل پڑتے ہیں۔ میں نے ہمیشہ اپنی جماعت کو بتایا ہے کہ تم دوسری قوموں کی نقل نہ کرو مگر مجھے افسوس ہے کہ جماعت پھر بھی احتیاط نہیں کرتی۔ میں نے دیکھا ہے جب میں کسی راستہ سے گزر رہا ہوں تو آگے ہٹو ہٹو، راستہ دو، کی آوازیں بلند ہوتی جاتی ہیں معلوم ہوتا ہے ان لوگوں نے کسی نواب یا حاکم کو چلتے ہوئے دیکھ لیا تو اس کی نقل کرنی شروع کر دی مگر ہر چیز ہر ایک کو سجا نہیں کرتی۔ اگر ایک چھوٹے سے سر والے آدمی پر ایک بڑے سر والے کا کلاہ رکھ دیا جائے تو اسے اچھا نہیں بلکہ بدنما معلوم ہوگا اور اس سے اس کی عزت نہیں بڑھے گی بلکہ ذلّت ہوگی اور لوگ تمسخر کریں گے اسی طرح نبیوں کے تابعین کا لباس اگر دنیا داروں کو پہنا دیا جائے یا دنیا داروں کا لباس نبیوں کے تابعین کو پہنا دیا جائے تو یہ بھی بُرا معلوم ہوتا ہے اور یہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ ایک مضبوط ڈیل ڈول والے آدمی کو چار پانچ برس کے بچے کا لباس پہنا دیا جائے۔ وہ آدمی اگر بچے کی قمیص اپنے جسم پر پہننے لگے گا تو اس کی باہیں پھٹ جائیں گی اور کُرتا گلے میں لٹک کر رہ جائے گا، پاجامہ پہنے گا تو اوّل تو وہ پھٹ جائے گا اور اگر کچھ کھلا بھی ہو تب بھی جانگھیے سے چھوٹا ہوگا، نیچے سے لاتیں اور اوپر سے دھڑ ننگا رہے گا اور معمولی سا کپڑا گلے اور لاتوں میں پھنسا ہوا نظر آئے گا جسے دیکھ کر ہر کوئی نفرت کرے گا اور ہنسے گا۔

یہی حال انبیاء کی جماعتوں اور دنیا داروں کا ہوتا ہے انبیاء کی جماعتیں دیو کی طرح ہوتی ہیں اور دنیا داروں کی جماعتیں چھوٹے بچے کی طرح۔ جس طرح ایک بڑی عمر والا آدمی چھوٹے بچے کا لباس پہن کر مضحکہ خیز صورت اختیار کر لیتا ہے اسی طرح تم دنیا کی اور قوموں کی نقل کر کے اپنے سلسلہ کو لوگوں کے لئے سُخْرِیّہ[3] بناتے ہو۔ جہاں کی مٹی ہو وہیں لگا کرتی ہے جو خدا تعالیٰ کی چیزیں

ہوں وہ خدا تعالیٰ کے بندوں پر چسپاں ہوں گی اور جو دنیا کی چیزیں ہوں گی وہ دنیاداروں پر چسپاں ہوں گی پھر زیادہ ذلّت یہ ہوگی کہ ہم بجائے کسی اچھی چیز کی نقل کرنے کے ایسی باتوں کی نقل کرنے والے ہوں گے جو اسلام کے خلاف ہوں گی ۔ہمیں تو خدا تعالیٰ نے دنیا میں عقلیں قائم کرنے اور نقلوں کو تباہ کرنے کے لئے بھیجا ہے نہ کہ دنیاداروں کی نقلیں کرنے کے لئے ۔

پس مَیں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے تمام کاموں میں شریعت کی پیروی کیا کریں ،محمد ﷺ کی پیروی کیا کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کیا کریں ۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے مجھے ایک کاغذ دکھایا گیا میں نے تو اتنا ہی دیکھا کہ اس کاغذ پر اس قسم کا نقشہ تھا جیسے فارموں وغیرہ پر ہوتا ہے مگر بتانے والے نے بتایا کہ یہ ایک آنہ پر بکتا ہے اور معلوم ہوا کہ ہماری لوکل انجمن نے اس کو ایجاد کیا ہے ۔انہوں نے سرکاری اسٹامپ دیکھے تو خیال آیا کہ ہم بھی ایک کاغذ بنا کر اس کی کچھ قیمت مقرر کردیں ۔ کہتے ہیں کوّا ہنس کی چال چلا اور وہ اپنی چال بھی بھول گیا ۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا مگر یہ ضرور کہوں گا کہ ہنس کوّے کی چال چلا اور اپنی چال بھی بھول گیا ۔ہمیں دُنیوی گورنمنٹوں سے بھلا واسطہ ہی کیا ہے کہ ہم ان کی نقل کریں ۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قسم کی فارمیں کبھی نہیں بنائیں پھر دشمن کو اعتراض کا خواہ مخواہ موقع دینا کہاں کی عقلمندی ہے ۔اسی قسم کی باتوں کے نتیجہ میں دشمن کو حرف گیری کا موقع ملتا ہے اور وہ کہتا ہے خبر نہیں یہ کیا چیز بنا رہے ہیں ،کرنے والا کوئی ہوتا ہے اور بدنام سلسلہ ہوتا ہے ۔لوکل کمیٹی والوں کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے گورداسپور میں ایک بڈھا شخص رہا کرتا تھا لمبا سا قد اور بڑی سی ڈاڑھی تھی ،عرائض نویس یا نقل نویس تھے ،ان کا طریق تھا جب کسی دوست کو دور سے دیکھتے تو بجائے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا شروع کردیتے اور جب پاس پہنچتے تو اس کے انگوٹھے پکڑ کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنے لگ جاتے اور ساتھ ساتھ اُچھلتے بھی جاتے تھے ،حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اکثر ملنے کے لئے آجاتے تھے ۔انہیں بھی ہمارے لوکل کمیٹی کے پریذیڈنٹ کی طرح نقل کا شوق تھا ۔ وہ غریب چونکہ روز مِسلوں کا کام سنا کرتے اس لئے ان کا بھی دل چاہتا کہ میں مجسٹریٹ بنوں اور مِسلیں لانے کا آرڈر دیا کروں مگر چونکہ یہ ہوس پوری نہ ہوسکتی تھی اس لئے انہوں نے گھر میں نمک کی مسل ،گھی کی مسل ،مرچوں کی مسل اور ایندھن کی مسل بنا رکھی تھی ۔ جب وہ دفتر سے فارغ

ہو کر گھر آتے تو ایک گھڑا اُلٹا کر اُس پر بیٹھ جاتے ۔ بیوی کہتی نمک چاہئے وہ بیوی کو مخاطب کر کے کہتے ۔ ریڈر! فلاں مسل لاؤ۔ بیوی مسل لے آتی اور وہ اسے پڑھنے کے بعد تھوڑی دیر غور کرتے پھر کہتے اچھا اس میں درج کیا جائے کہ ہمارے حکم سے اتنا نمک دیا جاتا ہے۔ایک دن اس بیچارے کی بدقسمتی سے کچہری میں سے کچھ مسلیں چرائی گئیں تحقیق شروع ہوئی تو اس کا ایک ہمسایہ کہنے لگا سرکار مجھے انعام دے تو میں مسلوں کا پتہ بتا سکتا ہوں ۔اسے کہا گیا اچھا بتاؤ۔اسے چونکہ روز ہمسایہ کے گھر سے مسلوں کا ذکر سنائی دیتا تھا اس نے جھٹ اس بوڑھے کا نام لے دیا۔اب پولیس اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ اس کے گھر کے گرد جمع ہوگئی اور تلاشی شروع ہوئی مگر جب مسلوں کی برآمد ہوئی تو کوئی نمک کی مسل نکلی ،کوئی گھی کی مسل، اور کوئی مرچوں کی ۔یہی نظارہ میں آج کل یہاں دیکھتا ہوں ہمارے کچھ دوست یہ سمجھ کر کہ مغربی چیزیں بڑی اچھی ہیں ،ان کی نقل کرنی شروع کر دیتے ہیں مثلاً کاغذ پر بلاوے کی بجائے سمن لکھ دیتے ہیں اس پر جھٹ گورنمنٹ کو فکر پڑ جاتی ہے کہ یہ پَیر الَلْ گورنمنٹ قائم ہو رہی ہے اور وہ جاسوس چھوڑ دیتی ہے ۔مگر ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ ایک رُقعہ کو جو غلطی سے سمن کہہ دیا گیا تھا یا ایک اور ناواقف نے اسٹامپ کی نقل کرتے ہوئے کاغذ کی قیمت ایک آنہ رکھ لی ۔نقلیں کرنے والا تو اپنے عمل سے انگریزوں کی تعریف کرتا ہے مگر وہ اُلٹا اسے اپنی توہین سمجھتے ہیں صاف پتہ لگتا ہے کہ اپنی نقل کرنے کی اجازت دینا بھی بڑے حوصلہ والوں کا کام ہوتا ہے۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ہی کام تھا کہ آپ نے ساری دنیا کو کہا آؤ اور میری نقل کرلو۔انگریزوں میں یہ حوصلہ نہیں کہ اپنے کاموں کی دوسروں کو نقل کرنے دیں پس یہ حوصلے والوں کا کام ہوتا ہے کہ وہ کہیں کرو ہماری نقلیں مگر یہاں تو اِن بیچاروں کو سمن کا لفظ لکھنے سے ہی گھبراہٹ شروع ہو جاتی ہے ۔یا کسی نے مدّعی کا لفظ لکھ دیا تو اس پر شور مچانا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ یہ لفظ عربی کا ہے اور ہمارا ہے مگر تعجب ہے کہ انہوں نے یہ لفظ تو ہم سے لیا اپنے گھر سے نہیں لائے مگر اب ہم پر ہی یہ اعتراض کرنا شروع کر دیا کہ تم اسے کیوں استعمال کرتے ہو لیکن میں کہتا ہوں اس جھگڑے سے فائدہ کیا ؟ جھگڑا ایک ذلیل چیز ہے اسے چھوڑ دو۔ پھر ہمارے لئے تو ان اصطلاحات کو چھوڑنا اس لحاظ سے بھی واجب ہے کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے کہا ہے محمد ﷺ کی نقل کرو اور کسی کی نقل نہ کرو پس تمہاری مثال تو اس وقت بالکل ایسی ہی ہے جیسے بچہ بعض دفعہ بھول کر کسی اور عورت کی گود میں چلا جاتا ہے وہ ناک چڑھاتی اور نفرت کی نگاہ سے اسے

دیکھتی ہے اتنے میں اس کی اپنی ماں اسے دیکھ لیتی ہے اور وہ پیار سے کہتی ہے میرے بچے! آ جا۔ پس تم اس وقت جس کو ماں سمجھ کر اس کی گود میں بیٹھنے کے لئے جاتے ہو وہ تمہاری ماں نہیں تمہاری ماں تو محمد ﷺ ہیں ان کی گود میں بیٹھو پھر تمہیں کوئی شخص کچھ نہیں کہہ سکتا پس بدل دو ان الفاظ کو جن کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے ہیں، بدل دو ان اصطلاحات کو جن کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہماری ہیں تم محمد ﷺ کی اتباع میں ان الفاظ کو استعمال کرو جو تمہارے ہیں اور دوسرا کوئی شخص ان پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ بھلا کیا ضرورت ہے ہمیں مدّعی یا مدّعا علیہ کہنے کی۔ حدیثوں میں کہیں اس قسم کے الفاظ نہیں آتے، بے شک فقہاء نے ان الفاظ کو استعمال کیا مگر ہمیں فقہاء کی نقل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ محمد ﷺ کی نقل کرنے کا حکم ہے۔ حدیثوں سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ ایک شخص نے شکایت کی اور جس شخص کے خلاف شکایت کی گئی تھی اسے بلا کر دریافت کیا گیا اسی طرح لکھا جا سکتا ہے کہ زید نے شکایت کی اور بکر نے یوں کیا، نہ مدّعی کا لفظ لکھو نہ مدعا علیہ کا، نہ پیرالل گورنمنٹ کا کوئی الزام لگائے اور نہ سی۔ آئی۔ ڈی والے دھکے کھاتے پھریں۔ ان کو الگ تکلیف ہے اور تم کو الگ بلکہ تم پر خدا تعالیٰ کی بھی ناراضگی ہوگی اور وہ کہے گا دوسروں کی بغل میں گھس کر تم نے کیا لیا۔ پس میں جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اصطلاحات کے استعمال میں اسلامی شریعت کی نقل کریں نہ کہ دنیا کی دوسری قوموں کی اور جماعت کو خواہ مخواہ بدنام نہ کریں۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی ایک دفعہ حواریوں سے کہیں کہہ دیا کہ تلواریں خریدو[4] تو جھٹ ان کے خلاف شکایت کی گئی۔ حالانکہ اُس وقت حکومت نے تلواریں رکھنے کی اجازت دی ہوئی تھی مگر شکایت پر حکومت ان کے خلاف کُرید کُرید کر دریافت کرنے لگی اس پر حضرت مسیح نے اپنے حواریوں سے کہا اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دو اور تلواروں کو جانے دو[5] تو چھوٹی چھوٹی چیزوں پر وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ فار میں بناؤ اور حکومت کے دل میں شبہ پیدا کرو۔ اس میں شک نہیں کہ لوگوں کے معمولی جھگڑوں کا ہم آپس میں تصفیہ کرا دیتے ہیں مگر یہ اس لئے کہ گورنمنٹ خود کہتی ہے جن امور میں پولیس کی دخل اندازی ضروری نہ ہو ان میں آپس میں فیصلہ کر لینے کی اجازت ہے اور اس سے کوئی شخص روک نہیں سکتا۔ پس شوق سے جھگڑوں کا فیصلہ کرو مگر یہ احتیاط رکھو کہ وہ الفاظ استعمال نہ کرو جن کو گورنمنٹ استعمال کرتی ہو۔ عربی کے لفظ لو اور ان کو

استعمال کرو بلکہ عربی کے جو الفاظ انہوں نے لے لئے ہیں انہیں بھی ترک کر دو۔ ان لفظوں کے بغیر جب محمد ﷺ کے زمانہ میں کام چلتا تھا تو اب کیوں نہیں چل سکتا۔ ایسی نقل تو وہی شخص ضروری سمجھے گا جس کے دل میں کبر ہو مگر اللہ تعالیٰ کو کبر پسند نہیں۔ وہ نہیں چاہتا کہ تم نقل کر کے یہ بتاؤ کہ تم بھی کچھ شان رکھتے ہو بلکہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ شان کوئی نہیں تم سب ہمارے غلام ہو پس بجائے شان دکھانے کے اللہ تعالیٰ کے غلام بن جاؤ پھر کوئی شخص تم پر حرف گیری نہیں کر سکتا۔ اس موقع پر مَیں حکومت کو بھی نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ جو کچھ کہتی ہے اس پر عمل کرے۔ جب یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ کہا کرتی ہے معمولی جھگڑوں کو آپس میں طے کر لینا چاہئے اور جو تنازعات قابلِ دست اندازی پولیس نہ ہوں ان میں خود بخود فیصلہ کیا جا سکتا ہے عدالتوں میں جانے کی ضرورت نہیں تو پھر یہ انصاف کے بالکل خلاف ہے کہ ان جھگڑوں کے تصفیہ کرنے کا نام پیرالل گورنمنٹ رکھا جائے اگر ایسا کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ گورنمنٹ منہ سے کچھ اور کہتی ہے اور اس کے دل میں کچھ اور ہوتا ہے۔ منہ سے تو وہ یہ کہتی ہے کہ ہمارا معمولی جھگڑوں سے کیا واسطہ، جو جھگڑے قابلِ دست اندازی پولیس نہ ہوں ان کا فیصلہ بیشک لوگ خود کریں مگر دل میں اس کے یہ ہوتا ہے کہ لوگ معمولی جھگڑوں کا بھی آپس میں فیصلہ نہ کریں کیونکہ یہ پیرالل گورنمنٹ کا قیام ہے۔ گورنر کے بعد گورنر، آفیسرز کے بعد آفیسرز ہندوستان میں آئے اور زور دے کر کہتے ہیں کہ ہندوستانی لوگ مقدمہ باز ہیں یہ آپس میں کیوں جھگڑوں کا فیصلہ نہیں کرتے لیکن جب اس کے مطابق ایک جماعت کھڑی ہوتی اور وہ کہتی ہے انگریز سچے ہیں انہوں نے جو کچھ کہا دل سے کہا اور خیر خواہی کو مدّ نظر رکھ کر کہا ہم ان کے فرمان کے مطابق معمولی جھگڑے خود بخود طے کر لیا کریں گے تو جھٹ جاسوس چھوڑے جاتے ہیں کہ یہ پیرالل گورنمنٹ قائم کی جا رہی ہے اس کا انسداد کرنا چاہئے۔ ہمارے نزدیک تو وہ انگریز راستباز ہیں جنہوں نے کہا کہ ہندوستانیوں میں مقدمہ بازی کی عادت بہت بڑھی ہوئی ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ آپس میں فیصلہ کر لیا کریں مگر یہ مقامی حکام جو جاسوسیاں کرتے پھرتے ہیں ان کے متعلق سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ فتنہ و فساد پر آمادہ ہیں۔ (خطبہ کے بعد میری نظر سے ایک اخبار گزرا۔ جس میں درج ہے کہ گجرات کے ایک پٹواری کو ہز ایکسی لینسی گورنر پنجاب نے ایک خاص خوشنودی کی سند بھجوائی ہے کیونکہ وہ پچیس سال سے گاؤں کے جھگڑے گاؤں میں ہی طے کرا دیا کرتا

تھا۔ ہز ایکسی لینسی کا تو یہ رویہ ہے کہ وہ اس شخص کو جو لوگوں کو عدالتوں کے اخراجات سے بچاتا تھا سند خوشنودی دیتے ہیں مگر ان کے ماتحتوں کا یہ رویہ ہے کہ وہ ایک ویسا ہی کام کرنے والی جماعت کی جاسوسیاں کرتے اور اسی کام کی وجہ سے اس کے خلاف رپورٹیں کرتے ہیں اور ناواجب ذرائع سے بغیر اس کے کہ انہیں صفائی پیش کرنے کا موقع دیں، ان کے خلاف بزعمِ خود مواد جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ایک ہی کام کے لئے ایک کو خوشنودی کی سند دی جاتی ہے اور دوسرے کی پچاس سالہ خدمات پر پانی پھیر دیا جاتا ہے اور اسے ظالمانہ طور پر بدنام کیا جاتا ہے)

ہم کس طرح مان سکتے ہیں کہ معزز سے معزز انگریز تو یہ کہیں کہ ہندوستانیوں میں مقدمہ بازی بہت بڑھی ہوئی ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ وہ بجائے عدالتوں میں جانے کے گھروں میں فیصلہ کر لیا کریں مگر جب ہم ان کی بات مان کر گھروں میں جھگڑوں کا تصفیہ کرنے لگیں تو یہ پیرالل گورنمنٹ بن جائے۔ اگر معمولی جھگڑوں کا گھر میں فیصلہ کرنے کا نام ہی پیرالل گورنمنٹ ہے تو حکومت وضاحت سے اس کے متعلق اعلان کر دے ہم اُسی وقت یہ کام چھوڑ دیں گے مگر اِدھر یہ بھی جرأت نہ کرنی تا کہ ملک میں شور نہ پیدا ہو اُدھر چپکے چپکے ہمارے خلاف کارروائیاں کرنا اور خفیہ سرکلر جاری کرنے انصاف کے بالکل خلاف ہے۔ گورنمنٹ اگر فوری طور پر اعلان نہیں کر سکتی تو وہ ایک میٹنگ کرے اور اس میں فیصلہ کرے کہ پیرالل گورنمنٹ کس چیز کا نام ہے؟ پھر اگر وہ یہ فیصلہ کر دے کہ رعایا میں سے کسی کو اتنا حق بھی حاصل نہیں کہ وہ امور جو ناقابلِ دست اندازی پولیس ہوں ان میں فیصلہ دے سکے اور جھگڑوں کو باہم نمٹا سکے تو اس کے بعد اگر ہم کوئی مقدمہ سنیں تو بے شک پیرالل گورنمنٹ کا الزام ہم پر لگائے لیکن اگر وہ یہ فیصلہ کرنے کی جرأت تو نہ کرے مگر الزام بدستور قائم رکھے تو وہ سمجھ لے کہ یہ امر اس کی نیک نامی نہیں بلکہ بدنامی کا موجب ہوگا اور لوگ سمجھیں گے کہ وہ ظالم ہے اور ہم مظلوم۔

پھر ہمارے معاملہ میں تو گورنمنٹ کو کوئی دقّت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ حکومتِ وقت کی اطاعت کی جائے۔ پس جس دن وہ اعلان کر دے گی اُسی دن ہم اس کی بات مان لیں گے لیکن ہمارے اس اعلان کے باوجود کہ ہم گورنمنٹ کی ہر وقت اطاعت کرنے کے لئے تیار ہیں اگر حالت یہ ہو کہ حکومت پنجاب کے اعلیٰ افسر لاہور میں بیٹھے ہوئے تو کہہ دیں کہ گورداسپور کے فلاں فلاں افسروں سے کہہ دیا گیا ہے کہ وہ فلاں فلاں آدمیوں سے کام نہ لیں اور احمدیوں کے خلاف

جاسوسی نہ کرائیں مگر گورداسپور کے وہ افسران لوگوں کو بدستور ہفتہ میں دوبار ملاقات کا موقع دیں اور گھنٹوں ان سے سرگوشیاں کریں تو اسے ہم کیونکر انصاف کہہ سکتے ہیں۔ آخر کیوں ان افسروں کو سزا نہیں دی جاتی جو باوجود اعلیٰ حکام کی ہدایات کے ان کارروائیوں سے باز نہیں آتے۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہم نے اس طریق کو روک دیا اور حکام کو سمجھا دیا ہے کہ وہ اپنی روش میں تبدیلی کریں مگر وہاں برابر ممنوع لوگ جاتے ہمارے کاغذات چرائے جاتے اور ہمارے خلاف خفیہ اجلاس ہوتے رہتے ہیں حالانکہ ہم نے بارہا کہا ہے گورنمنٹ دلیری سے کہہ دے کہ اس قسم کے جھگڑوں کا تصفیہ کرنا قانون کے خلاف ہے آئندہ مت فیصلے کیا کرو ہم نہیں کریں گے۔ آخر وجہ کیا ہے کہ وہ اس قسم کا اعلان نہیں کرتی جب ہم کہتے ہیں کہ جب تک ہم اس ملک میں رہیں گے گورنمنٹ کی اطاعت کریں گے اور مشکل سے مشکل وقت میں بھی اطاعت کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑیں گے تو اس کے لئے اس قسم کے اعلان میں دقّت ہی کیا ہے مگر ایسا اعلان بھی نہیں کیا جاتا اور برابر ہمارے خلاف کارروائیاں کی جا رہی ہیں جو ہمارے دلوں میں یہ شبہ پیدا کرتی ہیں کہ خفیہ طور پر ہمارے سلسلہ کے خلاف ریکارڈ جمع کیا جارہا ہے تاکہ الزام بھی لگ جائے اور ہم تردید بھی نہ کرسکیں۔ انصاف تو یہ ہے کہ یا اس طریق کو بند کیا جائے یا نالش کر کے الزام ثابت کیا جائے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ نالش کر کے ہم پر الزام ثابت نہیں کیا جاسکتا تو وہ نالش نہ کریں یونہی کہہ دیں کہ ایسا نہ کرو ہم نہیں کریں گے مگر اِدھر یہ جرأت نہ کرنا اور ہم پر مقدمہ نہ چلانا اور اُدھر یہ ہونا کہ خفیہ طور پر لوگ آرہے ہیں اور مسلیں تیار ہورہی ہیں ایسی بات ہے جسے کوئی شخص پسند نہیں کرسکتا بلکہ وہ لوگ جو اِس وقت پنجاب کے اعلیٰ افسر ہیں اگر ان کے سامنے بھی یہ بات رکھی جائے تو وہ بھی اس بات کو کبھی پسند نہیں کریں گے اسی لئے میں اس خطبہ کے ذریعہ ایک طرف تو اپنی جماعت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چھوڑ دو ان اصطلاحات کو جن کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہماری ہیں اور ان کی نقلیں نہ کرو اور اُدھر گورنمنٹ کو توجہ دلاتا ہوں کہ جو طریق اس ضلع کے بعض افسروں نے اختیار کررکھا ہے وہ اچھا نہیں۔ ہم گورنمنٹ کا مقابلہ نہیں کرتے بلکہ مذہبی طور پر اس کی اطاعت ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر وہ سمجھتی ہے کہ ہمارا فلاں طریق صحیح نہیں تو علی الاعلان اس کا اظہار کردے اور اگر اس کا منشاء ہمیں قید کرنا ہے تو مقدمہ چلائے اور ہمیں قید کرے مگر اس طریق کو روکے جو اخلاقی طور پر نہایت ہی معیوب ہے۔ یعنی ایک طرف تو مقدمہ نہ چلایا جائے اور نہ حکماً کسی

کام سے ہمیں روکا جائے اور دوسری طرف خفیہ ریشہ دوانیوں کے ذریعہ جماعت کو بدنام کرنے کی کوشش کی جائے۔ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ اس معاملہ کی تحقیق کرے کیونکہ ضلع گورداسپور میں بعض افسر ایسے ہیں جو ہمارے لئے مشکلات پیدا کرنے کا موجب بن رہے ہیں۔ اگر وہ ہم سے پوچھے تو جو ہمارا علم ہے وہ ہم اسے بتا دیں گے لیکن اگر وہ خود تعاون چھوڑتی ہے اور ان حرکات کی طرف کسی مصلحت کی وجہ سے توجہ نہیں کرتی، چاہے یہی وجہ ہو کہ اپنے افسروں کی بدنامی کا اسے خوف ہو تو پھر اِس معاملہ کو ہم خدا تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں وہ آپ دیکھ لے گا کہ کون ظالم ہے اور کون مظلوم۔

(الفضل ۹/اپریل ۱۹۳۵ء)

---

۱ بخاری کتاب الجنائز باب اِذَا اَسْلَمَ الْصَّبِیُّ فَمَا تَ (الخ)

۲ الاحزاب: ۲۲

۳ سخریه: موجبِ تمسخّر

۴ لوقا باب ۲۱ آیت ۳۶ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۴۳ء

۵ متی باب ۵ آیت ۳۹ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۴۳ء